اسلام کی جو گراں قدر خدمت کی ہے اس کا اعتراف زمانہ کو ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ موصوف کے درجات کو بلند فرمائے آمین ثم آمین۔

حواشی و مراجع

۱۔ ڈاکٹر صاحب کے حالاتِ زندگی کے لیے ملاحظہ کیجیے: صحیفۂ ھمام بن منبہ۔ مختصر حالات ڈاکٹر حمید اللہ۔ احمد عطاء اللہ، ص ۹۔ ناشر: رشید اللہ یعقوب، مکان نمبر ۸ زمزمہ، اسٹریٹ نمبر ۳ کلفٹن۔ کراچی، ۱۴۱۹ھ۔ ۱۹۹۸ئ۔

۲۔ مجلہ الدراسات الاسلامیہ، مقالہُ **هل خالف النبی علیه الصلوٰة والسلام** او امر الأیة: مثنیٰ وثلاث و رباع''، ڈاکٹر محمد حمید اللہ، اکتوبر۔ دسمبر ۱۹۸۹ء۔ محرم۔ ربیع الاول ۱۴۱۰ھ، جلد ۲۴، شمارہ ۴، ص ۵

۳۔ حوالہ سابق، ۲۴ / ۴، ص ۶

۴۔ حوالہ سابق، ص ۶

۵۔ حوالہ سابق، ص ۶

۶۔ حوالہ سابق

۷۔ حوالہ سابق، ص ۷

۸۔ حوالہ سابق، ص ۹-۱۰

۹۔ تفسیر القرآن العظیم، ابن کثیر، دار المعرفة بیروت، ۱۳۸۸ھ، ۱ / ۴۲۶۔

۱۰۔ مرویات الامام احمد بن حنبل فی التفسیر، جمع وتخریج: حکمت بشیر یٰسین، مکتبہ المؤید، سعودی عرب ۱۹۹۴ئ، تفسیر ابن کثیر، ۱ / ۴۲۴-۴۲۷

۱۱۔ تفسیر ابن کثیر: ۱ / ۴۲۷

۱۲۔ حوالہ سابق: ۳ / ۴۸۰

۱۳۔ حوالہ سابق: ۳ / ۴۸۱

۱۴۔ حوالہ سابق: ۳ / ۴۸۱

۱۵۔ تدبر قرآن، مولانا امین احسن اصلاحی، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۹۷۷ء، ۵/ ۲۵۴

۱۶۔ الجامع لأحکام القرآن، ابو عبداللہ محمد بن أحمد الأنصاری القرطبی، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴/ ۲۱۹

۱۷۔ تفہیم القرآن، سید ابوالاعلیٰ مودودی، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور ۱۹۹۱ئ، ۱/ ۳۱۶

۱۸۔ تدبر قرآن: ۵/ ۲۵۱۔۲۵۲

۱۹۔ معارف القرآن: ۲/ ۲۹۰۔۲۹۱

۲۰۔ مرویات مسند احمد بن حنبل فی التفسیر: ۳/ ۳۹۹۔ صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب بیان أن تخییر امرأۃ لا یکون طلاقاً الا بالنیۃ، ۱۴۷۸، تفسیر ابن کثیر: ۳/ ۶۳ ۳

۲۱۔ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، علامہ شبلی نعمانی، مکتبہ تعمیر انسانیت، اردو بازار، لاہور، ۱/ ۵۰۸

۲۲۔ مرویات مسند احمد بن حنبل فی التفسیر: ۴/ ۲۶۵۔۲۶۶۔ صحیح مسلم: ۲/ ۱۱۱۱، تفسیر ابن کثیر: ۴/ ۳۸۹۔۳۸۸

۲۳۔ فتح الباری بشرح صحیح البخاری، ابن حجر عسقلانی، دارالمعرفۃ بیروت ۱۳۹۸ھ، ۸/ ۵۲۲

۲۴۔ حوالۂ سابق: ۹/ ۲۵۰

۲۵۔ معارف القرآن، مفتی محمد شفیع، دارالاشاعت کراچی، ۱۴۰۱ھ، ۷/ ۱۸۶

۲۶۔ حوالۂ سابق: ۷/ ۱۸۷

۲۷۔ حوالۂ سابق: ۷/ ۱۸۸

۲۸۔ تفسیر ابن کثیر: ۳/ ۴۸۱

۲۹۔ معارف القرآن: ۷/ ۱۹۰

۳۰۔ حوالۂ سابق: ۷/ ۱۹۱

۳۰۔ مرویات مسند أحمد بن حنبل فی التفسیر: ۳/ ۴۲۰ ۔ والدارمی: ۲/ ۱۵۴۔ والنسائی: ۶/ ۵۶۔ والطبری: ۲۲/ ۳۲ والحاکم: ۲/ ۴۳۷ وقال الحاکم: حدیث صحیح علی شرط الشیخین

۳۱۔ احکام القرآن للجصاص الرازی، ترجمہ عبدالقیوم، شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد، ۱۹۹۹ئ، ۶/ ۳۲۳، والجامع لاحکام القرآن للقرطبی: ۱۴/ ۲۱۹

☆☆☆

یہودیت میں تصوّراتِ امن

جناب تنویر قاسم

تمدن کے ارتقاء کے لیے امن و امان کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ تاریخ یہود میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعائے امن اس بات کی دلیل ہے کہ کرۂ ارضی کی فلاح اور اس کی معاشی وتمدنی ترقی کا انحصار امن پر ہے۔ جہاں امن ہوگا وہیں اقتصادی خوش حالی کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوگا۔ عہد نامۂ قدیم میں امن کی اہمیت اس کی درج ذیل تعلیمات سے عیاں ہے:

''جو امن و امان کے لیے کام کرتے ہیں، خوشی پائیں گے''۔ (امثال: ۱۲: ۲۰)

''پاک اور فرماں بردار رہو۔ لوگ جو امن سے محبت کرتے ہیں ان کی نسل ایک اچھا مستقبل پائے گی''۔ (زبور، ۳۷: ۳۷)

''امن کے لیے کام کرو، امن کی کوششوں میں لگے رہو جب تک اسے پا نہ لو''۔ (زبور، ۳۴: ۱۴)

''اے خداوند! برے لوگوں کو سزا دے۔۔۔۔۔ اِسرائیل میں امن قائم رہے''۔ (زبور، ۱۲۵: ۵)

''خدا حکم راں ہے ۔۔۔۔۔ وہ اپنی سلطنت میں امن و امان قائم کرتا ہے''۔ (ایوب، ۲۵: ۲)

یہودی تعلیمات کے مطابق بھلائی اور نیکی کے فروغ کے لیے امن کا قیام ناگزیر ہے۔ ان میں امن کو اہم قرار دیا گیا ہے اور اس کے قائم کرنے پر زور دیا گیا ہے:

''جب تو کسی شہر سے جنگ کرنے کو اس کے نزدیک پہنچے تو اسے صلح کا پیغام دینا''۔ (استثنائ، ۲۰: ۱۰)

یہودی جب کسی شہر کا محاصرہ کرتے تو کبھی اسے چاروں طرف سے نہ گھیرتے، بلکہ ہمیشہ ایک طرف کا حصہ بھاگنے اور فرار ہونے والوں کے لیے کھلا چھوڑ دیتے تھے۔ یہ بہت دلچسپ بات ہے کہ کسی ملک سے جنگ شروع کرنا یہودیوں کے لیے قومی اور ذاتی طور پر ایک آزمائش ہوتی تھی اور یہ ان کی امن پسند فطرت کی بدولت ہوتا تھا۔[۱]

لفظِ امن اور یہودی لٹریچر

عہد نامہ قدیم میں جا بجا امن وسلامتی کا تذکرہ ہے۔ اس کے لیے اس میں 'شالوم' کا لفظ مستعمل ہے۔ اس لفظ کے بارے میں 'قاموس الکتاب' کا مؤلف لکھتا ہے:

> ''اس بیش قیمت لفظ میں مفہوم کا ایک خزانہ پنہاں ہے۔ اردو کا کوئی لفظ بھی اس کے پورے مفہوم کا احاطہ نہیں کرسکتا۔ اسی لیے مترجمین نے مختلف الفاظ استعمال کر کے اس کے معنوں کو ادا کیا ہے۔ ۔۔۔۔۔ اس لفظ میں کاملیت، صحت، خیر، خوش حالی، صلح، سلامتی، امن اور چین کے مفہوم موجود ہیں۔ یہاں ایک بات قابل توجہ ہے کہ کیتھولک مترجمین نے سلامتی اور صلح کے الفاظ استعمال کرنے کی کوشش کی ہے، جبکہ پروٹسٹنٹ مترجمین نے اردو محاورے کا زیادہ لحاظ رکھا ہے۔ ...... قاموس الکتاب میں عہد نامۂ قدیم وجدید کے مختلف ابواب میں اس عظیم لفظ کے مفہوم میں دنیاوی اقبال مندی کا تصور اور جسمانی صحت کے معنی درج ہیں، لیکن اس سے روحانی بہبودی بھی مراد ہوسکتی ہے۔ ایسی سلامتی صداقت اور راست بازی کی ہم جولی ہے، لیکن بدی کی نہیں، اس کا شریروں سے کوئی واسطہ نہیں۔ چوں کہ انسان کے گناہ کی وجہ سے دنیا میں ابتری پھیل گئی تھی اور صلح اور امن صرف خدا کی بخشش ہیں، اس لیے موعودہ مسیح کے عہد کے منتظر لوگ امن کے زمانے کے امید میں بیٹھے تھے، یعنی وہ سلامتی کے شہزادہ کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔''[۲]

نئے عہد نامہ میں شالوم کے لیے یونانی لفظ eirene ہے۔ یونانی کلاسیکی ادب میں اس لفظ کے مفہوم کا زور منفی تھا، جیسے جنگ کا نہ ہونا، جھگڑے سے فراغت، لیکن ہفتادی مترجمین کی بدولت اس یونانی لفظ میں پرانے عہد نامہ کے شالوم کا پورا مفہوم سمو دیا گیا ہے اور یہ اکثر ایک روحانی پہلو کا حامل ہے۔ اس لفظ کی وسعت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ اسے بائبل کے بعض کلیدی الفاظ کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے، مثلاً فضل، (فضل اور اطمینان ۔کیتھولک سلامتی) (زندگی' راست بازی اور میل ملاپ، ریفرنس بائبل کے حاشیہ میں اطمینان۔ کیتھولک ترجمہ میں صداقت اور سلامتی)۔ اس لفظ کا برکت کے کلمات میں استعمال اس کی اہمیت کو اور نمایاں کرتا ہے۔ گناہ آلودہ انسان کے لیے پہلا ضروری قدم خدا سے صلح اور میل ہے۔ ۳؎

عالم گیر امن کا دور

عہد نامہ قدیم میں بنی اسرائیل کے دو جلیل القدر انبیاء سیدنا یرمیاہ اور سیدنا یسعیاہ کی نبوتیں عالمی امن کی نوید ہیں۔ ان کا دور نبوت چالیس برسوں پر محیط ہے۔ اس دور میں یہوداہ کے پانچ بادشاہوں (یوسیاہ، یہوآخز، یہویقیم، یہو یاکین اور صدقیاہ) نے حکومتیں کیں۔ بنی اسرائیل کے عروج و زوال کے یہ چشم دید انبیاء ہیں۔ سیدنا یسعیاہ انبیاء بنی اسرائیل میں ممتاز ترین مقام رکھتے ہیں۔ انہیں طائرانِ نبوت کا شاہین اور عہد قدیم کا مبشر جیسے القابات سے نوازا گیا ہے۔ سیدنا یسعیاہ اور سیدنا یرمیاہ کی یہ رویا عالمی امن کی تمہید ہیں۔ امن عالم کی یہ نویدیں اور ان کی تعبیریں مذاہب ثلاثہ کے لیے رہ نما ہیں۔ کتاب یسعیاہ میں ہے:

> ''وہ بات جو یسعیاہ بن آموص نے یہوداہ اور یروشلم کے حق میں رویا میں دیکھی۔ آخری دنوں میں یوں ہوگا کہ خداوند کے گھر کا پہاڑ، پہاڑوں کی چوٹی پر قائم ہوگا اور سارے پہاڑوں سے بلند ہوگا۔ سبھی ملکوں کے لوگ وہاں جایا کریں گے اور کہیں گے کہ ہمیں خداوند کے پہاڑ پر جانا چاہئے، ہم کو یعقوب کے خدا کے گھر میں جانا چاہئے اور خدا ہمیں اپنی

راہیں بتائے گا اور ہم اس کے راستوں پر چلیں گے، کیوں کہ یروشلم میں کوہ صیون پر خدا کے کلام کا آغاز ہوگا اور وہاں سے شریعت روئے زمین پر پھیلے گی۔ وہ کئی قوموں کے درمیان انصاف کرے گا اور بہت سی دوسری قوموں کے لیے فیصلہ کرے گا۔ وہ اپنی تلواروں کو توڑ کر بھالے بنائیں گے اور لوگ اپنے بھالوں کا استعمال درانتی بنانے میں کریں گے۔ ایک دوسرے سے جنگ نہ چھیڑیں گے اور وہ لوگ کبھی جنگ کا فن نہیں سیکھیں گے۔اے خاندانِ یعقوب !آؤ، ہم لوگ خدا کی روشنی میں چلیں۔'' (یسعیاہ، ۲:۱۔۵) ۴؎

انسانی زندگی کا تقدس

یہودی مذہب میں انسانی زندگی کو بہت تقدس حاصل ہے۔تخلیق انسانی دوسری تمام مخلوقات کی نسبت حکمت وقدرتِ الٰہی کا ممتاز عمل ہے۔ انسان اپنے مزاج، اپنے مقام، اپنی سرشت یعنی اپنی فطرت میں اعلیٰ وارفع صلاحیتوں اور طاقت وفعالیت جیسی صفات کی وجہ سے دنیا میں نیابتِ الٰہی سے متصف ہوا۔گو یا جہاں وہ خدا کی شبیہ'احسن التقویم' بن کر آیا وہیں اس کا نمائندہ بھی بنا۔گو بدن مٹی سے تشکیل پایا، لیکن اس میں روح امر الٰہی ہے اور اسے اپنی صورت سے تمثیل دینا عجز وشرفِ انسانی ہے۔یہی وجہ ہے کہ جب انسان گناہ یا گم راہی میں گرتا ہے تو دراصل اس حسنِ ازل کی توہین کا ارتکاب کرتا ہے۔عہدنامۂ قدیم میں ہے:

'' اِس لیے خدا نے انسان کو اپنی ہی صورت پر پیدا کیا اور خدا نے اپنی ہی مشابہت پر انسان کو پیدا کیا اور خدا نے ان کو مرد اور عورت کی شکل وصورت بخشی۔'' (پیدائش، ۱:۲۷)

یہودیت کے مطابق اگر ایک انسان کا خون بہایا جائے تو اس کا بدلہ خون ہے۔عہد نامہ قدیم کے مطابق کسی انسان کو زندگی بخشنا خدا کو باقی رکھنے کے مترادف ہے۔کتاب پیدائش میں ہے:

''اِس لیے کہ خدا نے انسان کو اپنی مشابہت پر پیدا کیا ہے۔ اس لیے جو کوئی بھی کسی شخص کا خون بہاتا ہے تو دوسرا شخص اس کا خون بہائے گا۔'' (پیدائش، ۹:۶)

عدل و انصاف کے بغیر عبادت مقبول نہیں

یہودیت میں امن و امان کے مقام و مرتبہ کا اندازہ قربانی، ہدیہ، عید جیسی عبادات اور عدل و انصاف کی اہمیت سے لگایا جاسکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب معاشرے میں عدل و انصاف ہوگا تو لازمی طور پر امن و امان بھی قائم ہو جائے گا۔ یعنی یہودیت میں اس وقت تک عبادت مقبول نہیں جب تک امن و امان قائم نہ کیا جائے:

''خداوند فرماتا ہے! تمہاری کثیر التعداد قربانیاں میرے کس کام کی ہیں؟ بچھڑوں کی سوختنی قربانیوں سے اور فربہ جانوروں کی چربی سے میرا جی بھر چکا ہے، بیلوں، برّوں اور بکروں کا خون میری خوشی کا باعث نہیں۔ کون کہتا ہے کہ میری بارگاہ میں چلے آؤ اور میرے آنگنوں کو پاؤں سے روندو؟ باطل ہدیے لانے سے باز آؤ۔ تمہارے بخور سے مجھے سخت نفرت ہے۔ نئے چاند، سبت اور عید کے اجتماع ۔۔۔ اور تمہاری ناشائستہ محفلیں میں برداشت نہیں کر سکتا۔ تمہارے نئے چاند کے تہواروں اور تمہاری مقررہ عیدوں سے میری جان کو نفرت ہے۔ وہ میرے لیے ایک بوجھ بن گئی ہیں۔ میں انہیں برداشت کرتے کرتے عاجز آچکا ہوں۔ جب تم دعا میں اپنے ہاتھ اٹھاؤ گے تو میں تم سے منہ موڑ لوں گا۔ تم چاہے کتنی دعائیں کرو، میں نہ سنوں گا۔ تمہارے ہاتھ خون آلودہ ہیں۔ اپنے آپ کو دھو کر پاک کر لو۔ اپنے برے اعمال کو میری نگاہوں سے دور لے جاؤ۔ بدفعلی سے باز آؤ، بھلائی کرنا سیکھو۔ انصاف طلب بنو۔ مظلوموں کی حوصلہ افزائی کرو، یتیموں کے حقوق کا تحفظ کرو اور بیواؤں کے حامی ہو۔'' (یسعیاہ، ۱:۱۱۔۱۷)

عہد نامۂ قدیم میں ایک اور جگہ عدل وانصاف اور امن وامان کو خدا کی نجات کا نام دیا گیا ہے:

''یقیناً اس کی نجات ان کے قریب ہے جو اس سے ڈرتے ہیں، تاکہ اس کا جلال ہمارے ملک میں بسے۔ شفقت اور راستی باہم ملتے ہیں۔ راست بازی اور امن ایک دوسرے کا بوسہ لیتے ہیں۔ زمین سے صداقت پھوٹتی ہے اور راست بازی آسمان پر سے جھانکتی ہے۔ بے شک خداوند اچھی چیز ہی عنایت کرے گا اور ہماری زمین اپنی پیداوار دے گی۔ راست بازی اس کے آگے آگے چلے گی اور اس کے قدموں کے لیے راہ تیار کرے گی۔'' (زبور، ۸۵:۹۔۱۳)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودیت میں سماجی ناانصافی انسانی خون کرنے کے مترادف ہے۔ غریبوں کے لیے ان کی روٹی ان کی زندگی ہے اور جو کوئی اس کو ان سے روکے وہ گویا غریبوں کا قاتل ہے۔ جو کوئی ہم سائے کی روزمرہ کی خوراک چھینتا ہے یا اس سے محروم رکھتا ہے، وہ اسے گویا قتل کرتا ہے۔ جو مزدور کی مزدوری میں ہیرا پھیری سے کام لیتا ہے، وہ اس کا خون بہاتا ہے۔ ایسے شخص کی کوئی عبادت خدا کو منظور نہیں جو اس کی عبادت کرنے کا خواہش مند تو ہو، لیکن اس کے عدل کو مانے، نہ اس پر عمل کرے۔ ایک اور مقام پر عدل وانصاف کے ذریعے امن وامان کے قیام کو عبادت سے افضل قرار دیتے ہوئے کہا گیا ہے:

''میں تمہاری عیدوں کو مکروہ سمجھتا ہوں۔ مجھے ان سے نفرت ہے۔ مجھے تمہارا اجتماع بالکل پسند نہیں۔ ہاں تم میرے لیے سوختنی قربانیاں اور نذر کی قربانیاں گذرانتے ہو، لیکن میں ان کو قبول نہیں کروں گا۔ تم بہترین قربانیاں لاتے ہو، لیکن میں ان کا کوئی لحاظ نہیں کروں گا۔ اپنے نغموں کی آواز مجھ سے دور کرو۔ میں تمہارے رباب کی آواز نہ سنوں گا، بلکہ انصاف کو پانی کی مانند اور صداقت کو کبھی نہ سوکھنے والے چشمے کی طرح جاری رکھو۔'' (عاموس، ۵:۲۱۔۲۴)

امن کی سلطنت

عہد نامہ قدیم سلطنتِ امن کے قیام کے سلسلے میں کس قدر سنجیدہ ہے، اس سلسلے میں وہ ایک مثال بیان کرتا ہے۔ یہ مثال سلیمان علیہ السلام کے شاہی خاندان کی ہے، جن کے ذریعے امن کی ایک سلطنت قائم ہوئی:

''یسّی کے تنے سے ایک کونپل نکلے گی اور اس کی جڑوں سے ایک بارآور شاخ پیدا ہوگی۔ خداوند کی روح اس پر ٹھہرے گی۔ حکمت اور فہم کی روح، مصلحت اور قدرت کی روح، معرفت اور خداوند کے خوف کی روح۔ اور خداوند کے خوف میں اس کی خوشنودی ہوگی۔ وہ اپنی آنکھوں کے دیکھنے کے مطابق انصاف نہ کرے گا اور نہ اپنے کانوں کے سننے کے مطابق فیصلہ کرے گا، بلکہ وہ مسکینوں کا انصاف راستی سے کرے گا اور دنیا کے غریبوں کا فیصلہ عدل سے کرے گا۔ وہ اپنی زبان کے عصا سے زمین کو مارے گا اور اپنے لبوں کے دم سے شریروں کو ہلاک کرے گا۔ راست بازی اس کا کمر بند ہوگی اور وفاداری اس کا پٹکا ہوگی۔ تب بھیڑیا برّہ کے ساتھ رہے گا اور چیتا بکری کے ساتھ بیٹھے گا۔ بچھڑا، شیر اور ایک سالہ بچھیرا اکٹھے رہیں گے اور ایک چھوٹا بچہ ان کا پیش رَو ہو گا۔ گائے اور ریچھنی مل کر چریں گے۔ اور ان کے بچے اکٹھے بیٹھیں گے اور شیر بیل کی طرح بھوسا کھایا کرے گا۔......'' (یسعیاہ، ۱۱: ۱-۱۱)

تہذیبی وتمدنی امن

غم گین اور شکستہ دل لوگوں کی دل جوئی کرنا عہد نامہ قدیم کی رو سے بہت بڑا عمل ہے۔ اس حوالے سے ایک عبارت ملاحظہ ہو:

''خداوند کی روح مجھ پر ہے، کیونکہ خداوند نے مجھے مسح کیا ہے، تا کہ میں حلیموں کو خوش خبری سناؤں۔ اس نے مجھے اس لیے بھیجا ہے کہ میں

شکستہ دلوں کو تسلی دوں ، قیدیوں کے لیے رہائی کا اعلان کروں اور اسیروں کو تاریکی سے رہا کروں اور خداوند کے فضل کے سال کا اور خدا کے انتقام کے دن کا اشتہار دوں اور تمام ماتم کرنے والوں کو دلاسا دوں اور صیون کے غم گین لوگوں کے لیے ایسا اہتمام کروں کہ انہیں راکھ کے بجائے میری طرف سے سہرا، ماتم کی بجائے خوشی کا روغن اور اداسی کی بجائے ستایش کا خلعت بخشا جائے۔ وہ راست بازی کے بلوط اور خداوند کے لگائے ہوئے پودے کہلائیں گے، تاکہ اس کا جلال ظاہر ہو۔ تب وہ قدیم کھنڈروں کو پھر سے تعمیر کریں گے اور بہت عرصہ سے ویران پڑے ہوئے مقامات کو بحال کریں گے اور ان اجڑے ہوئے شہروں کو ازسرنو بسائیں گے جو پشت در پشت تباہ ہوتے آئے ہیں۔ بیگانے تمہارے گلّوں کی نگہبانی کریں گے اور پردیسی تمہارے کھیتوں اور تاکستانوں میں کام کریں گے......‘‘۔(یسعیاہ، ۶۱:۱۔۵)

انسان خدمتِ انسانیت کے لیے پیدا کیا گیا ہے، بالخصوص صلح پسندی یہودیت کے ہاں نہایت اجر کا باعث ہے۔ جیسا کہ زبور میں ہے:

’’کامل آدمی پر نگاہ کر اور راست باز کو دیکھ، کیونکہ صلح دوست آدمی کے لیے اجر ہے‘‘۔(زبور، ۳۷:۳۷)

اسرائیلی روایات میں امن ایک معاشرتی تصور تھا۔ اسے خاندان‘ معاشرہ اور اقوام کی درمیان سازگاری کی صورت میں دیکھا جاسکتا تھا۔

قتل انسانی معاشرے کا سب سے پہلا جرم ہے۔ اس کی تباہی و بربادی سے کون واقف نہیں۔ ایک انسان کا قتل پوری انسانیت کے قتل کے مترادف ہے، کیونکہ ایک قتل کی صورت میں پورے انسانی معاشرے کا امن داؤ پر لگ سکتا ہے۔ اس حوالے سے تمام انسانی مذاہب کی مشترکہ تعلیمات ہیں۔ انسانی قتل اور اغوا پر مؤثر قانون سازی سے اس کی روک تھام اور امن وامان کا قیام ممکن ہے۔ عہد نامہ قدیم میں بھی اس حوالے سے کافی تفصیلی احکام موجود ہیں۔

تحفظِ جان و مال

قتل کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں۔ ایک یہ کہ کسی شخص کو ارادتاً قتل کیا جائے، دوسرے یہ کہ ارادہ قتل کا نہ ہو، بلکہ مارنے والے نے صرف ضرب پہنچانے کی غرض سے مارا ہو۔ ظاہر ہے کہ انصاف کی رو سے دونوں صورتوں کا حکم مختلف ہونا چاہیے۔ اس بارے میں عہد نامۂ قدیم میں کہا گیا ہے:

''اگر کوئی آدمی کسی آدمی کو ایسا مارے کہ وہ مر جائے تو وہ لازماً جان سے مارا جائے۔ تاہم اگر اس نے قصداً ایسا نہ کیا ہو، بلکہ خدا نے ایسا ہونے دیا ہوتو اس صورت میں وہ اس جگہ، جسے میں مقرر کروں گا، بھاگ جائے۔ لیکن اگر کوئی دیدہ دانستہ کسی دوسرے آدمی کو مار ڈالے تو اسے میری قربان گاہ سے دور لے جا کر مار دیا جائے۔'' (خروج،۲۱: ۱۲۔ ۱۴)

قتل اگر کسی عام شخص کا کیا جائے تو بھی یہ بڑا سنگین جرم ہے، لیکن اگر کوئی بد بخت اپنے والدین کو قتل کر دے تو اس کا جرم مزید سنگین ہو جاتا ہے۔ اس کو کسی رعایت کا حق دار ٹھہرانے کے بجائے فوری اور لازمی طور پر قتل کر دیا جائے۔ عہد نامۂ قدیم میں ہے:

''اور جو کوئی اپنے باپ یا اپنی ماں کو مارے، وہ لازماً مار ڈالا جائے۔''

(خروج، ۲۱: ۱۵)

اغوا کسی بھی طرح قتل سے کم درجہ سنگین جرم نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عہد نامۂ قدیم میں اس کی سزا قتل والی ہی رکھی گئی ہے:

''اور جو کوئی دوسرے شخص کو اغوا کرے، خواہ اسے بیچ دے، خواہ اپنے پاس رکھے اور پکڑا جائے تو اسے ضرور مار ڈالا جائے۔'' (خروج، ۲۱: ۱۶)

اس معاملے میں آزاد اور غلام کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا گیا ہے، بلکہ انسان ہونے کے ناطے غلاموں کے حقوق کا بھی لحاظ ضروری ہے۔ عہد نامۂ قدیم میں اس بارے میں واضح احکام موجود ہیں۔ ایک مقام پر ہے :

''اگر کوئی آدمی اپنے غلام یا اپنی کنیز کو لاٹھی سے ایسا مارے کہ وہ فوراً مر جائے تو اسے لازماً سزا دی جائے۔ لیکن اگر وہ ایک دو دن زندہ رہے تو اسے سزا نہ دی جائے، کیونکہ وہ اس کی ملکیت ہے۔'' (خروج، ۲۱: ۲۰)

جس طرح کسی زندہ شخص کو قتل کرنا ایک سنگین جرم ہے، اسی طرح حمل کی حالت میں کسی جان کو ختم کر دینا بھی ناقابل معافی جرم ہے۔ اس بارے میں عہد نامۂ قدیم میں ہے:

''اگر وہ لوگ، جو باہم لڑ رہے ہوں، کسی حاملہ عورت کو ایسی چوٹ پہنچائیں جس کے باعث اس کا حمل گر جائے، لیکن اسے کوئی اور ضرر نہ پہنچے تو جتنا جرمانہ اس کا شوہر مانگے اور قاضی منظور کریں، اس سے لیا جائے۔ لیکن اگر اسے کوئی اور ضرر پہنچا ہو تو جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، دانت کے بدلے دانت، ہاتھ کے بدلے ہاتھ اور پاؤں کے بدلے پاؤں لے لینا۔ جلانے کے بدلے جلانا، زخم کے بدلے زخم اور چوٹ کے بدلے چوٹ پہنچانا......۔'' (خروج، ۲۱: ۲۲-۲۵)

عدل و انصاف کے بارے میں احکام

شریعتِ موسوی میں فیصلہ کرنے والے قاضیوں اور حاکموں کو عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ رشوت ستانی، اقربا پروری اور جانب داری برتنے سے سختی کے ساتھ روکا گیا ہے:

''تمہیں لوگوں کو غریبوں کے ساتھ ناانصافی نہیں کرنے دینی چاہیے۔ ان کے ساتھ بھی دوسرے لوگوں کے جیسا انصاف ہونا چاہیے۔''

(خروج، ۲۳: ۶)

امن وامان کے لیے انصاف اور راست بازی کس قدر ضروری ہے، اس سے کوئی بھی ذی شعور انسان لاعلم نہیں۔ جس معاشرے سے انصاف اور راست بازی کنارہ کر جائے، اس میں دنگا وفساد، قتل و غارت اور دہشت گردی جیسی لعنتیں اپنے جھنڈے

گاڑ لیتی ہیں۔تمام الہامی مذاہب انصاف اور راست بازی کا درس دیتے ہیں۔عہد نامۂ قدیم میں بھی انصاف اور راست بازی کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے اور ہر شخص کو خصوصاً قاضیوں اور حاکموں کو انصاف اور راست بازی سے کام لینے کی تلقین کی گئی ہے:

''اے یہوداہ کے بادشاہ !تُو ، تیرے حکام اور تیرے لوگ ، جو ان پھاٹکوں سے داخل ہوتے ہیں ،تم خداوند کا کلام سنو۔ خداوند فرماتا ہے کہ انصاف اور راست بازی سے کام کرو۔'' (یرمیاہ، ۲۲:۲۔۳)

''خداوند یوں فرماتا ہے:اے اسرائیل کے امیرو!تم حد سے بڑھ گئے ہو،تم تشدّد اور ستم چھوڑ دو اور وہی کرو جو جائز اور روا ہے۔ میرے لوگوں سے ان کی جائیداد نہ چھینو۔'' (حزقی ایل، ۴۵:۹)

''اور قاضیوں سے کہا کہ جو کچھ تم کرو، احتیاط اور سوچ سمجھ کر کرنا۔تم آدمیوں کی طرف سے نہیں، بلکہ خدا کی طرف سے عدالت کرتے ہو اور جب بھی تم کوئی فتویٰ سناتے ہو، خدا تمہارے پاس ہوتا ہے، لہٰذا تمہیں خدا کا خوف رہے۔ اس لیے احتیاط سے فیصلہ سنانا، کیوں کہ خداوند ہمارے خدا کے ہاں ناانصافی یا جانب داری یا رشوت خوری نہیں ہے۔'' (تواریخ دوم، ۱۹:۶)

''تم فیصلہ کرتے وقت بے انصافی مت کرنا اور نہ تو غریب کی طرف داری کرنا اور نہ بڑے آدمی کا لحاظ کرنا، بلکہ راستی سے اپنے ہم سایہ کا انصاف کرنا۔'' (احبار،۱۹:۱۵)

''اور جب تو کسی مقدمہ میں گواہی دے تو محض عوام کا ساتھ دینے کی خاطر انصاف کا خون نہ کر دینا۔ اور کسی غریب کے مقدمہ میں بھی جانب داری سے کام نہ لینا......تو اپنے غریب لوگوں کے مقدمات میں انصاف کا خون نہ ہونے دینا۔'' (خروج، ۲۳:۲۔۶)

''تم انصاف کا خون نہ کرنا اور غیر جانب دار رہنا...... ہمیشہ انصاف

پرہی قائم رہنا، تاکہ تم جیتے جی اس ملک پر قابض ہو جاؤ جو خداوند تمہارا خدا تمہیں دے رہا ہے۔‘‘ (استثنائ، ۱۶:۱۹، ۲۰)

مظلوم کی دادرسی

اس بارے میں دو رائے نہیں کہ امن و امان کی صورت حال اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتی جب تک مظلوموں کی داد رسی کے لیے مؤثر اقدامات نہ کیے جائیں۔ عہد نامۂ قدیم میں مظلوموں سے تعاون اور ان کی دست گیری کے بارے میں بہت سے احکام ہیں۔ ایک حکم یہ ہے:

’’مظلوم کو اس پر ظلم کرنے والے کے ہاتھ سے چھڑاؤ۔‘‘ (یرمیاہ، ۲۲:۳)

یتیم اور بیوہ سے حسن سلوک

یتیم اور بیوہ کا شمار معاشرے کے سب سے کم زور طبقات میں ہوتا ہے۔ ان کا دنیا میں کوئی سہارا نہیں ہوتا۔ اگر ان لوگوں کی قابل لحاظ حد تک دست گیری نہ کی جائے تو یہ بے سہارا لوگ اپنی زندگی صحیح ڈھنگ سے گزارنے کے قابل نہیں رہتے اور معاشرے کا امن و امان تہہ و بالا ہو کر رہ جاتا ہے۔ لہٰذا امن و امان کے قیام کے لیے یتیموں اور بیواؤں کا پورا پورا خیال رکھنا اور ان سے حسن سلوک سے پیش آنا ضروری ہے۔ عہد نامۂ قدیم میں اس بارے میں یہ حکم موجود ہے:

’’بیگانہ، یتیم اور بیوہ کے ساتھ برا سلوک نہ کرو، نہ تشدد سے پیش آؤ۔‘‘

(یرمیاہ، ۲۲:۳)

قتلِ ناحق کی ممانعت

کسی معاشرے کی تباہی کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اس میں بے گناہوں کا خون ہونے لگے۔ جب بھی کسی معاشرے میں ایسی صورت حال پروان چڑھی ہے تو گویا اس کی تباہی و بربادی کا آغاز ہو جاتا ہے۔ جب کسی بے گناہ کا خون ہوتا ہے تو اس کے

ورثاء اپنے مقتول کا بدلہ لینے کے لیے مشتعل ہو جاتے ہیں، جس کی وجہ سے بسا اوقات نسل در نسل دشمنی کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور پورا معاشرہ اس کی لپیٹ میں آ جاتا ہے۔ امن و امان کا قیام اس صورت حال پر قابو پائے بغیر ناممکن ہے۔ اس سلسلے میں عہد نامۂ قدیم میں کیا گیا ہے:

''بے گناہ کا خون نہ بہاؤ۔'' (یرمیاہ، ۲۲: ۳)

رشوت ستانی کی مذمّت

رشوت ستانی ایسا ناسور ہے جو معاشرے کے پورے جسم کو بیمار کر دیتا ہے۔ کسی کے حق کو غصب کرنے کے لیے ناجائز ذرائع کا استعمال پورے معاشرے کی جڑوں کو کھوکھلا کر دیتا ہے۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ حق والا اپنے حق کو غصب ہوتے دیکھ نہیں سکتا، چنانچہ وہ اس کو بچانے کے لیے اپنی جان، مال اور عزت و آبرو سب کچھ داؤ پر لگا دیتا ہے۔ کبھی نوبت قتل و غارت تک جا پہنچی ہے۔ یوں معاشرے کا امن و امان تہ و بالا ہو جاتا ہے۔ اسی لیے رشوت ستانی کی ہر مذہب میں مذمت کی گئی ہے۔ عہد نامۂ قدیم میں ہے:

''تو رشوت نہ لینا، کیونکہ رشوت بیناؤں کو اندھا کر دیتی ہے اور صادقوں کی باتوں کو بدل ڈالتی ہے۔'' (استثنائ، ۱۶:۱۹)

عدل کی جزا اور ظلم و ناانصافی کی سزا

قدرت کا فیصلہ ہے کہ عدل و انصاف ہمیشہ معاشرے کو کام یابی و کام رانی، خوش حالی اور امن و امان کی طرف لے جاتا ہے اور ظلم و ناانصافی کی منزل ہمیشہ ناکامی و نامرادی، زبوں حالی اور بدامنی ہوتی ہے۔ یہ ایک طبعی اور فطرتی امر ہے جو ہر دور اور ہر معاشرے کے لیے یکساں نافذ العمل رہتا ہے۔ خالق کائنات نے ہر دور میں اپنے رسولوں کے ذریعے دنیا میں امن و امان کے قیام کی راہ ہموار کی اور ان کی زبانی عدل و انصاف کی جزا اور ظلم و ناانصافی کی سزا بھی بیان کی۔ عہد نامہ قدیم میں بھی بڑی وضاحت

وصراحت سے یہ بات بیان ہوئی ہے:

”اگر تم ان احکام پر احتیاط سے عمل کرو گے تو داؤد کے تخت پر بیٹھنے والے بادشاہ اپنے حاکموں اور لوگوں کے ساتھ، رتھوں اور گھوڑوں پر سوار ہو کر اس محل کے پھاٹکوں سے داخل ہوں گے۔ لیکن اگر تم ان احکام کو نہ مانو گے تو خداوند فرماتا ہے کہ میری جان کی قسم، یہ محل ویران ہو جائے گا۔“ (یرمیاہ، ۲۲: ۴-۵)

جرائم وعقوبات

کسی معاشرے میں امن و امان کے قیام کے لیے لوگوں کو جرائم اور ان کی قباحت سے خبردار کرنا ایک ضروری امر ہے۔ اگر کسی کو جرم کا تعارف اور اس کی قباحت کا علم نہ ہو تو اس کا اس سے بچنا ممکن نہیں ہوتا۔ اس لیے عہد نامۂ قدیم میں حکم دیا گیا ہے کہ عام لوگوں کو جرائم سے خبردار کیا جائے:

”جب تمہارے ہم وطنوں کی طرف سے، جو شہروں میں رہتے ہیں، کوئی ایسا مقدمہ آئے جو قتل وغارت یا شریعت اور احکام یا آئین یا قوانین سے تعلق رکھتا ہو تو تم انہیں آگاہ کرنا، تاکہ وہ خداوند کے خلاف گناہ نہ کریں۔ ورنہ اس کا غضب تم پر اور تمہارے بھائیوں پر نازل ہو گا۔ تم یہ کرو تو تم سے خطا نہ ہوگی۔“ (تواریخ دوم، ۱۹: ۱۰)

نظامِ قضا

مختلف بستیوں میں پیش آمدہ مسائل کے حل اور جھگڑوں کے تصفیے کے لیے ضروری ہے کہ قاضی مقرر ہوں۔ چنانچہ عہد نامہ قدیم میں اس بارے میں یہ حکم دیا گیا ہے:

”خداوند تمہارے خدا کے تمہیں دیے ہوئے ہر شہر میں اپنے ہر قبیلہ کے لیے قاضی اور حاکم مقرر کرلو، جو سچائی سے لوگوں کا انصاف کریں۔ تم انصاف کا خون نہ کرنا اور غیر جانب دار رہنا۔“ (استثنائ، ۱۶: ۱۸-۱۹)

عہد نامۂ قدیم میں جہاں امن و امان اور عدل و انصاف کے قیام کے لیے قاضیوں کے تقرر کا حکم ہے، وہیں ان کے احکام کو قابل عمل بنانے کے لیے ان کی حکم عدولی پر سزا بھی مقرر کی گئی ہے:

''لاوی کاہنوں اور ان دنوں جو قاضی برسر اقتدار ہوں، ان کے پاس جانا، ان سے دریافت کرنا اور وہ تمہیں فیصلہ سنائیں گے۔ خداوند کے چنے ہوئے مقام پر وہ جو فیصلہ تمہیں سنائیں، اسی کے مطابق عمل کرنا۔ وہ جو کچھ کرنے کی تمہیں ہدایت دیں، بڑی احتیاط کے ساتھ اس پر عمل کرنا۔ شریعت کی جو بھی تعلیم وہ دیں اور جو فیصلے وہ تمہیں سنائیں، ان ہی کے مطابق عمل کرنا۔ وہ جو کچھ تمہیں بتائیں، اس سے ہرگز روگردانی نہ کرنا۔ جو شخص قاضی یا اس کاہن کی، جو وہاں خداوند تمہارے خدا کی خدمت کے لیے کھڑا رہتا ہے، توہین کرتا ہے، وہ جان سے مار ڈالا جائے۔ تمہیں اسرائیل سے ایسی برائی کو دور کرنا ہی ہوگا اور سب لوگ سن کر ڈر جائیں گے اور پھر توہین نہ کریں گے۔'' (استثنائ، ۱۷:۹۔۱۳)

ایک مقام پر قاضیوں اور حاکموں کے انتخاب کا مقصد امن و انصاف کا قیام قرار دیتے ہوے اس کا طریقۂ کار یوں بیان کیا گیا ہے:

''تو ان لوگوں میں سے لائق آدمی چن لے، ایسے آدمی جو خدا ترس اور قابل اعتماد ہوں اور رشوت کے دشمن ہوں اور انہیں ہزار ہزار، سوسَو، پچاس پچاس اور دس دس افراد پر بطور حاکم مقرر کر دے، تاکہ وہ ہروقت لوگوں کا انصاف کریں۔'' (خروج، ۱۸:۲۱۔۲۲)

اگر کوئی ایسا مسئلہ پیش آ جائے جس کا فیصلہ حاکمِ وقت کے لیے موجودہ قانون کی روشنی میں کرنا مشکل ہو تو اس کے بارے میں عہد نامۂ قدیم میں یہ رہ نمائی موجود ہے کہ ایک قانون ساز مجلس کی تقرری کر لی جائے اور باہم مشورہ سے معاملہ طے کر لیا جائے:

''اگر تیری بستیوں میں کہیں آپس کے خون یا آپس کے دعوے یا آپس

کی مار پیٹ کی بابت کوئی جھگڑے کی بات اٹھے اور اس کا فیصلہ کرنا تیرے لیے نہایت ہی مشکل ہو تو اٹھ کر اس جگہ، جسے خداوند تیرا خدا چنے گا اور لاوی، کاہنوں اور ان دونوں کے قاضیوں کے پاس پہنچ کر ان سے دریافت کرنا اور وہ تجھ کو فیصلہ کی بابت بتائیں گے۔ اور تو اس فیصلہ کے مطابق کرنا جو وہ تجھ کو اس جگہ سے بتائیں اور جو فتویٰ وہ دیں، اس سے دائیں بائیں نہ مڑنا۔'' (استثنائ، ۱۷: ۸۔۱۱)

معاشرے میں ہونے والے جھگڑوں کے تصفیے، ظالم کو سزا دینے اور مظلوم کی دادرسی کے لیے عدالتوں سے رجوع کرنا ضروری ہے، ورنہ ملک خانہ جنگی کا شکار ہو کر رہ جائے گا اور اس کا سارا امن تہہ و بالا ہو جائے گا، دنگا و فساد کو راہ مل جائے گی۔ اس سلسلے میں عہد نامۂ قدیم میں کہا گیا ہے:

''اگر لوگوں میں کسی طرح کا جھگڑا ہو تو وہ عدالت میں آئیں، تاکہ قاضی ان کا انصاف کریں، صادق کو بے گناہ ٹھہرائیں اور شریر پر فتویٰ دیں۔'' (استثنائ، ۲۵: ۱)

کسی بھی مجرم کے جرم کو ثابت کرنے کے لیے گواہی کی بڑی اہمیت ہے اور درست فیصلہ کرنے اور عدل و انصاف اور امن قائم کرنے کے لیے سچی گواہی بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ عہد نامۂ قدیم میں اس حوالے سے بھی کافی ہدایات موجود ہیں۔ چنانچہ گواہی کی ضرورت اور گواہوں کی تعداد کے بارے میں کہا گیا ہے:

''دو یا تین گواہوں کی شہادت کی بنا پر ہی کوئی شخص جان سے مارا جائے۔ ایک گواہ کی شہادت سے کوئی شخص جان سے نہ مارا جائے۔ اسے مار ڈالنے کے لیے سب سے پہلے گواہوں کے اور ان کے بعد دوسرے لوگوں کے ہاتھ اس پر اٹھیں۔ تمھیں اپنے بیچ سے ایسی برائی کو دور کرنا ہی ہوگا۔'' (استثنائ، ۱۷: ۶۔۷)

مزید ملاحظہ کیجیے: گنتی، ۳۵: ۳۰، استثنائ، ۱۹: ۱۵

جھوٹی گواہی کی ممانعت اور سزا

جھوٹی گواہی ایک بہت بڑا معاشرتی ناسور ہے۔ اس سے مظلوم ظالم اور ظالم مظلوم بن جاتا ہے۔ یوں سارے کا سارا انصاف اور امن تہہ و بالا ہو جاتا ہے۔ اسی لیے عہد نامہ قدیم میں جھوٹی گواہی دینے سے روکا گیا ہے اور اس کی سخت سزا مقرر کی گئی ہے:

''تو اپنے پڑوسی کے خلاف جھوٹی گواہی نہ دینا۔'' (خروج، ۲۰:۱۶، استثنائ، ۵:۲۰)

جھوٹی گواہی کی سزا کیا ہے؟ اس بارے میں عہد نامہ قدیم میں ہے :

''اگر کوئی کینہ پرور گواہ کسی آدمی پر کسی خطا کا الزام لگانے کے لیے کھڑا ہو تو وہ دونوں فریق، جو اس مقدمہ میں الجھے ہوئے ہوں، خداوند کے حضور کاہنوں اور ان قاضیوں کے آگے کھڑے ہوں جو ان دنوں برسرِ اقتدار ہوں۔ قاضی پوری تحقیقات کر لیں اور اگر گواہ جھوٹا ثابت ہو اور اس نے اپنے بھائی کے خلاف جھوٹی گواہی دی ہو تو اس کے ساتھ وہی سلوک کرنا جیسا وہ اپنے بھائی کے ساتھ کرنا چاہتا تھا۔ تم اپنے بیچ میں سے ایسی برائی کو دور کر دینا۔ اور باقی کے لوگ یہ سن کر ڈریں گے اور پھر کبھی ایسی برائی تمہارے درمیان نہ ہو پائے گی۔'' (استثنائ، ۱۹:۱۵۔۲۰)

قانونِ قصاص

دنیا میں امن قائم کرنے کے لیے قانونِ قصاص لازمی ہے۔ اس کو نافذ کیے بغیر کبھی امن اور عدل و انصاف کا قیام ممکن نہیں۔ گویا انسانی زندگی کی بقا کے لیے قانونِ قصاص کا نفاذ ضروری ہے۔ قانونِ قصاص کو عہد نامۂ قدیم نے یوں بیان کیا ہے:

''جان کا بدلہ جان، آنکھ کا بدلہ آنکھ، دانت کا بدلہ دانت، ہاتھ کا بدلہ ہاتھ اور پاؤں کا بدلہ پاؤں ہو۔'' (استثنائ، ۱۹:۲۰)

عام لوگوں کے لیے قوانینِ امن

امن وامان کے لیے کچھ خاص احکام قاضیوں اور حاکموں سے متعلق ہوتے ہیں تو کچھ احکام عام لوگوں کی روزمرہ زندگی میں امن وامان کی فضا پیدا کرنے کے لیے ہوتے ہیں۔ عمومی طور پر ہوتا یہ ہے کہ خصوصی احکام کو اہمیت دی جاتی ہے اور عمومی احکام کو فراموش کر دیا جاتا ہے۔ حالاں کہ جب تک عوام کے درمیان امن و امان کے اصول لاگو نہیں ہوں گے، اس کا قیام ایک خواب ہی رہے گا۔ اس تعلق سے عہد نامۂ قدیم میں عام لوگوں کے لیے بہت سے قوانین بیان کیے گئے ہیں۔ ذیل میں ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

۱۔ اپنے بھائیوں سے خلوص: خلوص کسی بھی پرامن معاشرے کی جان ہوتا ہے۔ جہاں مفاد پرستی اور ہوائے نفس پروان چڑھنے لگے وہاں بدامنی اور انتشار کا پنپنا لازمی امر ہے۔ دنیا کے جتنے بھی معاملات خوش اسلوبی سے طے پاتے ہیں، ان میں خلوص کارفرما ہوتا ہے اور جتنے بھی معاملات مختلف خرابیوں کا شکار ہوتے ہیں، ان میں مفاد پرستی کا عنصر شامل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کی ہر کامیاب تحریک کی کامیابی کا سہرا اس کے کارکنان کے خلوص کے سر ہوتا ہے۔ اپنے بھائیوں کے لیے دل کو صاف رکھنا خلوص ہے اور خلوص امن و امان کی جان ہے۔ اسی لیے عہد نامۂ قدیم میں یہ حکم دیا گیا ہے:

”تو اپنے دل میں اپنے بھائی سے بغض نہ رکھنا۔“ (احبار، ۱۹:۱۷)

ایک مقام پر تو عدمِ خلوص کو چوری اور جھوٹ کے ساتھ ملا کر اس کی قباحت و شناعت بیان کی گئی ہے:

”تم چوری نہ کرنا اور نہ جھوٹ بولنا اور نہ ایک دوسرے کو دھوکا دینا۔“ (احبار، ۱۹:۱۱)

یعنی جس طرح چوری اور جھوٹ کی موجودگی میں بدامنی اور انتشار پیدا ہوتا ہے، اسی طرح خلوص کی عدم موجودگی میں بھی بدامنی اور فساد کو راہ ملتی ہے۔

۲۔ پڑوسی سے حسن سلوک: حقوق العباد کی ادائیگی کے بغیر نہ کوئی

معاشرہ ترقی کرسکتا ہے نہ کوئی سلطنت قائم رہ سکتی ہے۔ اگر لوگ ایک دوسرے کے حقوق کا خیال نہیں رکھیں گے تو ضروری طور پر دھینگا مشتی ، دنگا فساد اور قتل و غارت کا راج ہوجائے گا۔ اس سلسلے میں پڑوسی کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اپنے والدین ، بہن بھائیوں اور اولاد کے بعد عام لوگوں میں سے سب سے اہم حق پڑوسی ہی کو حاصل ہے ، کیونکہ اگر پڑوسی ایک دوسرے کے حقوق کا لحاظ نہیں کریں گے تو صرف دو گھروں کا امن برباد نہیں ہوگا ، بلکہ دو خاندانوں میں فساد پڑے گا جو بڑھتا بڑھتا پورے معاشرے کے امن و امان کو بھسم کردے گا۔ اسی لیے عہد نامہ قدیم میں ہے :

''تم اپنے پڑوسی کو مت ٹھگنا اور نہ ہی اسے لوٹنا۔'' (احبار، ۱۹: ۱۳)

''اور نہ اپنے پڑوسی کی زندگی کو خطرے میں ڈالنا۔'' (احبار،۱۹: ۱۶)

پڑوسی سے حسن سلوک کا انداز کیسا ہو؟ اس کے بارے میں عہد نامۂ قدیم میں ہے:

''انتقام نہ لینا اور نہ اپنی قوم کے کسی شخص سے کینہ رکھنا ، بلکہ اپنے پڑوسی سے اپنی مانند محبت کرنا۔'' (احبار، ۱۹: ۱۸)

۳۔ مزدور کی مزدوری کی فوری ادائیگی: مزدور کسی بھی معاشرے کے بنیادی افراد ہوتے ہیں۔ ان ہی کی محنت اور مشقت سے باقی افراد کی زندگی پرآسائش بنتی ہے۔ اس لیے مزدوروں کے حقوق کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہوتا ہے۔ اگر ان کے حقوق کا استحصال ہونے لگے تو وہ معاشرے کی خدمت درست انداز سے نہیں کرسکتے۔ یوں اس بنیادی طبقے کی پریشانی سے سارے معاشرے میں خرابی پیدا ہوجاتی ہے۔ مزدوروں کے حقوق میں سے ایک اہم حق ان کی مزدوری اور اجرت کو پورا پورا اور وقت پر ادا کرنا ہے۔ عہد نامۂ قدیم میں ہے:

''اور نہ کسی مزدور کی مزدوری رات بھر رو کے رکھنا۔'' (احبار،۱۹: ۱۳)

۴۔ معذوروں سے حسن سلوک: کسی بھی معاشرے میں جہاں باصلاحیت اور صحت مند افراد ہوتے ہیں ، وہاں معذور افراد بھی لازمی طور پر موجود ہوتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی تقسیم ہے کہ کسی کو صحت و عافیت سے نواز دے اور کسی کو

معذوری جیسی آزمائش میں ڈال دے۔ جو لوگ صحت مند ہوتے ہیں ان کا یہ فرض ہے کہ اپنی تندرستی کا شکر معذوروں سے تعاون کی صورت میں ادا کریں۔ اگر تعاون نہ ہو سکے تو کم از کم ان کو مزید دکھ دینے سے گریز کرنا چاہیے۔ عہد نامۂ قدیم میں ہے:

''تو بہرے کو نہ کوسنا اور نہ اندھے کے آگے کوئی ایسی شے رکھنا جس سے اسے ٹھیس پہنچے، بلکہ اپنے خدا سے ڈرنا۔ میں خدا ہوں۔'' (احبار،۱۹:۱۴)

۵- ناپ تول میں برابری: ہر انسان اپنی زندگی کی بقا کی خاطر دوسرے انسانوں سے لین دین کا محتاج ہے۔ اس کے بغیر کوئی بھی انسان اپنی ضروریاتِ زندگی پوری نہیں کر سکتا۔ فطرتِ سلیمہ، الہامی مذاہب اور امن و امان سب کا تقاضا ہے کہ خرید و فروخت میں دیانت داری سے کام لیا جائے اور لینے اور دینے کے باٹ ایک ہی رکھے جائیں۔ اگر ناپ تول میں کمی کی جائے گی تو دوسروں کا استحصال ہوگا۔ یوں معاشرے کا امن تباہ ہو جاتا ہے۔ عہد نامۂ قدیم میں اس سلسلے میں یہ ہدایات دی گئی ہیں:

''تم وزن، مقدار اور ناپ تول کے لیے ناقص پیمانوں کو استعمال میں نہ لانا۔ اور ٹھیک ترازو، ٹھیک باٹ، پورا ایفہ اور پورا ہین استعمال کرنا۔''

(احبار،۱۹:۳۵)

۶- پردیسیوں سے اچھا برتاؤ: اپنا وطن بہت بڑی دولت ہے۔ اجنبی پن ایک مصیبت ہوتا ہے، جس کا احساس صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو کہیں اجنبی زندگی گزار رہا ہو۔ پردیسی کو ایک تو اپنے دیس اور اپنے رشتہ داروں کی یادیں ستا رہی ہوتی ہیں دوسرے اگر دیس والے بھی اس کے ساتھ بدسلوکی روا رکھنے لگیں تو اس بے چارے کی زندگی اجیرن ہو جائے گی۔ اس سلسلے میں عہد نامۂ قدیم میں کہا گیا ہے:

''کوئی پردیسی تمہارے ساتھ تمہارے ملک میں رہتا ہو تو اس کے ساتھ بدسلوکی نہ کرنا۔ جو پردیسی تمہارے ساتھ رہتا ہو اس سے دیسی جیسا برتاؤ کرنا، بلکہ تم اس سے اپنے ہی مانند محبت کرنا، کیونکہ تم بھی مصر میں پردیسی تھے۔ میں خداوند تمہارا خدا ہوں۔'' (احبار،۱۹:۳۳)